نظمیں

عبید حارث

اکیسویں منزل

آ گئے اکیسویں منزل کے ٹیرس پر
یہاں کچھ بھی نہیں ہے
چاروں جانب بس خلا ہے
تیز رو میں
پاگلوں سی
گشت کرتی
کچھ ہوائیں
جو کسی کو ایک جھٹکے میں گرا سکتی ہیں نیچے
اُن ہواؤں پر کسی کا بس نہیں

پہلی اور اکیسویں کے بیچ میں جو
سیڑھیوں کا ایک لمبا راستہ تھا
وہ بڑا ہی خوش نما تھا
سچ تو یہ ہے
درمیانی منزلوں میں
چاروں جانب خوبصورت کھڑکیاں تھیں
کھڑکیاں جو باغ کی جانب کھلی تھیں
باغ کی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبو
کھڑکیوں سے آ رہی تھیں

اور حقیقت تو یہی ہے
پہلی اور اکیسویں کی
درمیانی منزلوں میں ہی مزا تھا
روشنی تھی تازگی تھی
دلکشی تھی زندگی تھی

پیکی، سدھارتھ نگر (یوپی)

محمد جاوید اقبال

یادیں (صبوحی کے نام)

دل ویراں کے ساحل پر
ہوائیں گنگناتی ہیں
جنوں کے ساز پر یادیں
حزیں نغمے سناتی ہیں

کسی کا چاند سا چہرہ
کسی کی دلنشیں چتون
کسی کی نرگسی آنکھیں
کسی کی ریشمی زلفیں
کسی کے حسن کا جادو
کسی کے لمس کی خوشبو
لب و رخسار کی لالی
وہ پلکوں کا گھنا سایہ
بھویں جس پر فدا تھی خود
وہ اک معصوم سی لڑکی
اسی دلدار کی باتیں
وہ رنگ و نور کی راتیں
عجب جادو جگاتی ہیں

وہ اک لڑکی جو ہنستی تھی
تو نغمے گونج اُٹھتے تھے
وہ جس کے پاؤں کی آہٹ
سے سپنے جاگ اُٹھتے تھے
وہ حسن و عشق کی دیوی
جسے اس دل نے پوجا تھا
بڑے ہی پیار سے جس کے
سبھی غمزے اُٹھائے تھے

سمائے قلب و جاں پر جو
ستارہ بن کے چمکی تھی
مری تاریک دنیا میں
اُجالا جس سے پھیلا تھا
اسی کافر کی سب باتیں
محبت کی وہ برساتیں
دل و جاں کو ستاتی ہیں

وہ فرخندہ جبیں جس کو
مقدر میں نے سمجھا تھا
مرے جام شکستہ میں
صبوحی بن کے چھلکی تھی
وہ لیلیٰ تھی مگر اس کے
سبھی انداز شیریں تھے
اُٹھائی بانسری میں نے
تو جوگن بن کے ناچی تھی
وہ رادھا تھی جسے پا کر
کنہیا مست و رقصاں تھا
وہ سیتا تھی گزارا تھا
جسے اگنی پریکشا سے
کسی دشرت کے بیٹے نے
کرن تھی صبح نو کی وہ
نقیبِ صد بہاراں تھی
وہ تتلی بزم عشرت کی
نوید ابرِ باراں تھی
وہ حسن و ناز کی گھاتیں
وہ اس کی دلنشیں باتیں
لہو مجھ کو رُلاتی ہیں

خدا رکھے تجھے ظالم
یہ کیسا ساز چھیڑا تھا
فضا میں راگنی سی تھی
تری زلفِ معنبر سے
مہک اُٹھا تھا ہر ذرّہ
مری ناشاد ہستی کا
تری نظروں کی تابش سے
مرے ویرانۂ دل میں
اُجالوں کا بسیرا تھا
نظر حیراں تھی لیکن دل
سرورِ زندگانی سے
وفورِ شادمانی سے
بچھا جاتا تھا راہوں میں

مگر اب خاک اُڑتی ہے
طرب زارِ محبت میں
دیا وہ بجھ گیا آخر
دلِ مرحوم میں جس سے
اُجالوں کا بسیرا تھا
جہاں نغموں کی بارش تھی
تمنائیں سسکتی ہیں
جہاں رقصاں محبت تھی
وفائیں سر پٹختی ہیں
مگر وہ عشق کی باتیں
محبت کی وہ برساتیں
وہ حسن و ناز کی گھاتیں
وہ رنگ و نور کی راتیں
جنوں کے ساز پر یادیں
حزیں نغمے سناتی ہیں
دلِ ویراں کے ساحل پر
ہوائیں گنگناتی ہیں

جامعہ نگر، نئی دہلی۔110052